تفسیر طبری کا فارسی ترجمہ

از مولانا ابو محفوظ الکریم المعصومی، استاذ الحدیث والتفسیر مدرسۂ عالیہ کلکتہ

ابو جعفر محمد بن جریر بن یزید الطبری (۲۲۴/۵ - ۳۱۰ ہجری) ہماری تاریخ کی نادر شخصیتوں میں شمار کیے جاتے
۔ تفسیر و حدیث، فقہ و دینیات اور تاریخ و ادبیات عربیہ میں ان کی تصانیف کو اساسی مرجع کی حیثیت حاصل
۔ خاص طور سے ان کی تاریخ اور تفسیر کو ہر دور میں قبولِ عام حاصل رہا۔

عجم کی نشأۃ ثانیہ کے ساتھ جب عربی زبان کا سرمایۂ علم و فن فارسی میں منتقل کیا جانے لگا۔ سامانی حکومت
معارف پروری کے نتیجہ میں طبری کی تاریخ اور تفسیر کے ترجمے فارسی زبان میں نشر ہوئے۔ دونوں ترجمے
سی نشریات کی تاریخ میں بڑی اہمیت کے حامل ہیں کہ اس دور کی باقی ماندہ تالیفات بہت محدود ہیں۔

ترجمۂ تاریخ طبری | تاریخ طبری کا ترجمہ مشہور سامانی وزیر ابو علی محمد بن محمد البلعمیؒ (م ۳۶۳ ہجری)
قلم کاری کا نمونہ ہے، بلعمی عبد الملک بن نوح (۳۴۳ - ۳۵۰ھ) کے عہد سے منصور بن نوح کے عہد
ا (۳۵۰ - ۳۶۵ھ) منصبِ وزارت پر فائز رہا۔ اس نے منصور کی فرمائش پر تاریخ کا ترجمہ و خلاصہ
ارسی میں مرتب کیا۔ ترجمہ تاریخ کا زمانہ خود بلعمی کی تحریر سے معین نہیں کیا جا سکتا، البتہ مجمل التواریخ و
قصص کے بیان پر اعتماد کرتے ہوئے اس کی تاریخ ۳۵۲ھ تسلیم کی گئی ہے۔[۳]

ترجمۂ تفسیر طبری بلعمی | تاریخ کی طرح ترجمۂ تفسیر طبری کا اہتمام منصور بن نوح کی فرمائش پر ہوا،
یکن اس ترجمہ کے سلسلہ میں ابو علی بلعمی کا ذکر نہیں آتا، ایک ایرانی فاضل غلام رضا ریاضی نے غلطی سے ترجمہ
فسیر یا کم از کم اس کے فارسی دیباچہ کو بلعمی کے آثار قلم میں شمار کیا ہے۔ ان کے الفاظ یہ ہیں:

"از جملہ دلیلی کہ بزبان پارسی — کہ رشتہ آن تاکنون کشیدہ شدہ — دری اطلاق میشود۔ دیباچہ تفسیر
بریست کہ در زمان منصور بن نوح (۳۵۰ - ۳۶۵ھ) نوشتہ شدہ، ابو علی محمد بن بلعمی می نویسد: این
تاب تفسیر بزرگ است از روایات محمد بن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ، ترجمہ کردہ بزبان پارسی دری راہ راست۔"

(دانش وران خراسان۔ ص ۱۲۳ ۱۳۳۶ھ) ترجمۂ تفسیر کے کام میں بلعمی کی شرکت کا کوئی ثبوت ہمارے پاس نہیں ہے۔

دونوں ترجموں کی ترتیب زمانی ایرانی محققین ان دونوں ترجموں کی تاریخی ترتیب کے بارہ میں کوئی صحیح رائے قائم نہیں کر سکے۔ آقائے ملک الشعراء بہار نے قدیم ترین نثری کتابوں کو تاریخی ترتیب کے لحاظ سے شمار کرتے ہوئے ترجمۂ تفسیر کو دوسرے نمبر پر رکھا، اور اس طرح ترجمۂ تاریخ سے مقدم مان لیا ہے۔ لیکن دوسرے ہی لمحہ میں اس کو تاریخ سے مؤخر بھی قرار دیا ہے ان کا بیان ہے "ترجمۂ تفسیر طبری کہ علماء ماوراء النہر بامر بادشاہ ابو صالح منصور بن نوح سامانی ترجمہ کردہ اند، تاریخ این ترجمہ معین نیست و نباید دیر تر از ترجمۂ تاریخ طبری صورت گرفتہ باشد۔" (سبک شناسی ج ۱ ص ۲۲۴)۔ دوبارہ انھوں نے ترجمۂ تفسیر پر مستقل تبصرہ کے ضمن میں لکھا ہے:

"این کار یعنی ترجمۂ تفسیر محمد بن جریر طبری با ترجمۂ تاریخ ظاہراً در یک زمان ابتداء شدہ و باید در حدود ۳۵۲ھ یا سالے بیش دلپس باشد۔" (سبک شناسی ج ۲ ص ۱۵)۔

قدیم فارسی نثریات پر اظہار خیال کرنے والوں میں آقائے عبدالحی حبیبی اور ڈاکٹر مہدی بیانی[4] ان دونوں ترجموں کی بابت آقائے بہار کی تحقیق سے آگے نہیں بڑھتے۔ حالانکہ ترجمۂ تفسیر کے فارسی دیباچہ میں ایک ایسا فقرہ موجود ہے جو زمانۂ ترجمہ کو معین کرنے کے لئے کافی ہے۔ اس سے ہم آئندہ بحث کریں گے۔ سردست اس ترجمہ کے قلمی نسخوں کے متعلق منتشر معلومات کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے۔

ایک اشتباہ رضازادہ شفق نے تاریخ ادبیات ایران میں ترجمۂ تفسیر پر روشنی ڈالتے ہوئے یہ فقرہ لکھا ہے: "گزشتہ از نیہا یک نسخۂ خطی ترجمہ و تفسیر قرآن باقی ماندہ کہ بعضے مستشرقین تصور می کنند از دورۂ سامانی باشد۔" یہ فقرہ ایجاز مخل کا نمونہ اور سلسلۂ ترجمۂ تفسیر طبری غلط فہمیوں کا باعث بن سکتا ہے۔ بہر حال ترجمۂ تفسیر طبری کے ایک سے زیادہ نامکمل نسخے موجود ہیں۔ اور اس ترجمہ کے بارے میں نادر شناسان مغرب نے میں [illegible] عہد سامانی کا ہے علاوہ بریں اس ترجمہ کے کسی مخطوطہ کا انتساب عہد سامانی سے نہیں کیا گیا۔ غالباً شفق نے ترجمۂ تفسیر طبری کے نسخۂ کیمبرج کو غلط سمجھ لیا ہے۔ جس کے تعارف میں براؤن نے ایک مقالہ ۱۸۹۴ء میں شائع کیا اور اپنا یہ خیال ظاہر کیا تھا کہ یہ تفسیر جو کسی عربی تفسیر کا ترجمہ نہیں۔ غالباً سامانی عہد میں مستقل طور پر لکھی گئی۔ اس تفسیر کی صرف دو جلدیں سوم اور چہارم

مکتوبہ ۶۲۸ھ/۱۲۳۱ء کیمبرج میں محفوظ ہیں اور ان کا مفصل تذکرہ دانش گاہ کیمبرج کی فہرست مخطوطات مرتبہ براؤن میں بھی درج ہے۔ بہرحال اس نسخہ کو ترجمۂ تفسیر طبری سے کوئی تعلق نہیں۔

ترجمہ تفسیر کے مخطوطات | ترجمہ تفسیر طبری کا کامل نسخہ ہماری موجودہ اطلاعات کی حد تک کسی ایک کتب خانہ میں محفوظ نہیں رہا۔ باقی ماندہ نسخوں کا مختصر تعارف درج ذیل ہے:

۱ - ملک الشعراء بہار نے کتب خانۂ سلطنتی ایران کے ایک نسخہ کی نشاندہی فرمائی ہے۔ جس کی ایک جلد (حصہ چہارم) مفقود ہے۔ بقیہ اجزا اس کتب خانہ میں موجود ہیں۔ اس کی کتابت ۶۰۶ھ ہجری میں ہوئی۔ پہلے یہ نسخہ مقبرۂ شیخ صفی الدین کے ذخیرۂ کتب میں تھا۔ بہار نے سبک شناسی میں اسی نسخہ کی رو سے فارسی دیباچہ کا اقتباس دیا ہے (سبک شناسی ج ۲ ص ۱۵)۔

۲ - مکتبۂ ملیہ پاریز میں زیر رقم ۲۵ صرف پہلی جلد محفوظ ہے جو سورۃ النساء کی تفسیر پر تمام ہوتی ہے۔ یہ ایک قیمتی نسخہ کا بقیہ ہے جو تبریز کے ایک تاریخی کتب خانہ کے لئے لکھا گیا یا بہم پہنچایا گیا تھا۔ آخری ورق پر سنہری زمین میں یہ عبارت مرقوم ہے:

"لخزانة کتب المولی المعظم دستور الاعظم مقدم الحاج الحرمین ربیب الدنیا والدین ابی القاسم هارون بن علی بن ظفر دندان بحق لتسداد ... حسن الله عاقبته - اس کی کتابت آذربائیجان میں ۶۰۷ ہجری تک ہوئی۔

علامہ محمد بن عبدالوہاب قزوینی نے مقدمۂ مرزبان نامہ میں دیباچہ فارسی کا اقتباس اسی نسخہ کی رو سے نقل کیا اور اس نسخہ کی قدر و قیمت کے بارے میں یہ فقرہ لکھا ہے:

"واز نفائس و نوادر نسخ عدیم النظیر کتاب خانۂ ملی پاریس نسخۂ الیست منحصر بفرد از ترجمۂ تفسیر کبیر محمد بن جریر طبری" الخ۔ لیکن اس نسخہ کو 'منحصر بفرد' قرار دینا اُس وقت بھی درست نہ تھا۔ اس لئے کہ برٹش میوزیم کے نسخہ کا تذکرہ مخطوطات عربیہ کی فہرست میں درج ہو چکا تھا۔

۲ - برٹش میوزیم میں زیر رقم DCCCXIX نویں صدی ہجری کے ایک نسخہ کی پہلی جلد محفوظ ہے جس کے اوراق کی تعداد ۲۵۸ ہے، کاتب اور کتابت کے بارے میں ترقیمہ کی عبارت ضروری معلومات فراہم کرتی ہے:

"تمت هذا الکتاب بعون الله الوهاب بخط عبدالضعیف النحیف الراجی الی رحمة الله علیه داود بن محمد کاتب کتاب خانه خاص، بوقت ظهر یوم الجمعة سنة ثلاثة وثمانین وثمانمائة"

(۸۸۳ ھجری/۱۴۷۸ء)۔

چارلس ریو کی مرتبہ مخطوطاتِ فارسیہ[۱۱] میں زیرِ رقم ۱۰۶۰ء ۸۷۷ اسی نسخہ کی بابت معلومات درج ہیں۔

۴۔ کتب خانہ رامپور میں ایک قدیم الخط نسخہ سورۃ النساء کی ابتدائی تفسیر تک موجود ہے۔ آیاتِ کریمہ کی کتابت خطِ ثلث میں اور تفسیری عبارتوں کی لکھائی خطِ تعلیق میں کی گئی ہے۔ عنوانات زیادہ تر بخطِ کوفی جلی قلم سے مرقوم ہیں۔ نسخہ کی تاریخ کہیں درج نہیں۔ لیکن اس کی نشاندھی کرنے والے حافظ نذیر احمد مرحوم کا اندازہ ہے کہ چھٹی صدی ہجری کے لگ بھگ اس کی کتابت ہوئی ہوگی۔

۵۔ ایک قدیم نسخہ کے متفرق اوراق و اجزاء کا مجموعہ پہلے فورٹ ولیم کالج کے ذخیرہ میں تھا۔ اب ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ میں زیرِ شمارہ ۹۵۵ (فارسی) محفوظ ہے۔ اس مجموعہ سے عربی دیباچہ کا ابتدائی ورق ساقط ہے، فارسی دیباچہ پورا موجود ہے، شروع کے بہت زیادہ اوراق آب رسیدہ اور ناقابلِ قراءت ہیں۔ یہ مخطوط سورۃ الکہف کے اوائل پر ختم ہو جاتا ہے۔ کل اوراق کی تعداد ۴۰۰ ہے۔ کتابت بخطِ ثلث نیم خردہ سے ہوئی ہے۔ کاغذ زردی مائل سمرقندی ہے۔ تاریخ کتابت کے بارے میں ہمارا اندازہ ہے کہ چھٹی یا ساتویں صدی میں ہوئی، اس سے زیادہ مؤخر نہیں ہوسکتی۔ مفصل تذکرہ اوینوف کی مرتبہ فہرست[۱۲] میں درج ہے۔ آئندہ اسی نسخہ کے حوالہ جات اس مضمون میں ملیں گے۔

ترجمۂ تفسیر کی کہانی | ترجمۂ تفسیر کی سرگزشت بہت دلچسپ ہے۔ فارسی دیباچہ اسی سرگزشت پر مشتمل ہے۔ سطورِ ذیل میں اس کا خلاصہ درج کیا جاتا ہے:۔

"تفسیر[۱۳] محمد بن جریر طبری کا ایک نسخہ چالیس اجزاء میں بغداد سے لایا گیا۔ اور امیر سید ملک مظفر ابو صالح منصور بن نوح بن نصر بن احمد بن اسماعیل کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ اس نسخہ عربی تفسیر کا مطالعہ کرنا امیر کو [illegible]

[illegible]

مات پر مشتمل تھا۔ مزید ۶ جزو کا اضافہ ان واقعات کی وجہ سے کیا گیا جو وفات نبوئی کے بعد سے مؤلف تفسیر ابن جریر کی وفات کے بعد ۳۴۵ھ ہجری تک پیش آئے اس طرح یہ کارنامہ بیس جزو میں تمام ہوا۔ لیکن سہولت کے مدنظر سب اجزاء سات مجلدات میں تقسیم کردیئے گئے۔ ؎

ترجمہ کے نگران | دیباچہ میں جن مشاہیر علماء کے نام درج ہوئے ہیں ان کی فہرست ذیل میں کلکتہ، ایران اور برٹش میوزیم کے نسخوں کی رو سے پیش کی جاتی ہے :۔

	نسخۂ کلکتہ	نسخہ سلطنتی ایران	نسخہ موزہ برلیطانیہ
۱	الوبکر محمد بن الفضل الہمام بخاری	ــــ	الوبکر محمد بن فضل الانام بخاری
۱	الوبکر محمد بن اسماعیل الفقیہ	ــــ	محمد بن اسمٰعیل الفقیہ
۲	الوبکر احمد بن حامد	فقیہ الوبکر بن احمد بن حامد بخاری	الو بکر احمد بن حامد الفقیہ
۴	ــــ	خلیل بن احمد سجستانی	خلیل بن احمد سجستانی جہد العلا (؟)
۵	محمد بن علی عن باب البند	الوجعفر محمد بن علی بلخ	الوجعفر محمد بن علی بلخ عن باب البند
۶	الحسن بن علی بن مندوست الفقیہ	الحسن بن علی مندوسی	ــــ
۷	ــــ	الوالجہم خالد بن ہانیٔ التنفقہ	الوالجہم خالد بن ہانی المتنفقہ

تقابلی فہرست سے ظاہر ہے کہ سقوط اور تحریف و تصحیف کی مختلف صورتیں مذکورہ بالا نسخوں میں پائی جاتی ہیں۔ لہٰذا ان سب علماء کی شناخت بہت دشوار ہے۔ ان میں سے صرف چار نام ایسے ہیں، جن کا تعارف حاصل ہوتا ہے۔ چنانچہ اپنی کوشش کا خلاصہ درج ذیل ہے :۔

الوبکر محمد بن الفضل الہمام (؟) جن کے نام کے ساتھ برٹش میوزیم کے نسخہ میں الانام آتا ہے یقینی طور پر محمد بن الفضل الکماری ہیں۔ نسخۂ کلکتہ اور نسخۂ برٹش میوزیم میں الہمام اور الانام کا لفظ دراصل الامام کی تصحیف ہے۔ سمعانی کی کتاب الانساب ؎ میں الفضلی کے تحت ان کا نام "الوبکر محمد بن الفضل امام بخارا"

؎ عبارت آگے آنے والی فارسی عبارت کا ترجمہ ہے۔ اس سے بجائے ترجمہ تفسیر طبری کے ترجمہ تاریخ کا گمان ہوتا ہے۔ تفسیر نہ ابتدائے آفرینش سے شروع ہوتی ہے نہ ۲۵۴ھ ہجری کے حوادث پر ختم ہوتی ہے خیال میں یہاں خلط مبحث ہوگیا ہے۔ (مدیر)

درج ملتا ہے۔ ان کی نسل میں پانچویں چھٹی ہجری تک بعض جلیل القدر علماء اور محدثین گزرے ہیں، جو الفضلی کی نسبت سے مشہور تھے۔ محمد بن الفضل نے نیشاپور میں فقہ کی تعلیم حاصل کی۔ ان کے ایک مشہور استاذ ابومحمد عبداللہ بن محمد بن یعقوب السندمونی تھے۔ بخارا میں محمد بن الفضل کی مجلسِ املاء منعقد ہوتی تھی، انھوں نے نیشاپور میں بھی ایک موقع پر درسِ حدیث دیا۔ رمضان ۳۸۱ھ ہجری کے عشرۂ اخیرہ میں بروز جمعہ وفات پائی۔ الفوائد البہیہ کی عبارت سے تاریخ وفات ۳۷۱ھ معلوم ہوتی ہے۔[16]

الکماری کی نسبت سمعانی کے یہاں بالراء المہملہ ہے اور کاف مفتوح ہے۔ لیکن اللکنوی نے اس نسبت کے بارے میں زرنوجی کی تعلیم المتعلم کے حوالہ سے یہ لکھا ہے:۔

"وکما ذکره[17] ضبطه الزرنوجی فی تعلیم المتعلم بضم الکاف و فتح الزاء المعجمة"

زرنوجی کی تعلیم المتعلم کے مصری ایڈیشن میں یہ نسبت یکسر مذکور نہیں۔[18]

ابوبکر احمد بن حامد بخاری کا تذکرہ پیشِ نظر کتب تراجم و رجال میں نہیں ملتا۔ بظاہر ابوبکر محمد بن حامد بن علی البخاری مراد ہیں جو بخارا میں علماء احناف کے سرخیل، بڑے مناظر، زہد و کرم میں یگانہ اور عزلت گزینی میں ممتاز زمانہ تھے۔ ۳۸۳ھ ہجری میں انتقال کیا، اہلِ بخارا کو ان سے بڑی عقیدت تھی۔ چنانچہ ان کی وفات پر تمام دکانیں تین دن تک بند رکھی گئیں (الجواہر المضیئۃ ج ۲ ص ۲۹ ۔ ۴۰ رقم ۱۳۱)

خلیل بن احمد سجستانی کا نام تاریخ سیستان میں مقامی علماء کی فہرست میں ملتا ہے۔ آقائے بہار نے ان کے تعارف میں مخطوطہ احیاء الملوک کا یہ فقرہ نقل کیا ہے:[19]

"خلیل بن احمد سجستانی معاصر ملک مظفر صالح[20] بن نوح سامانی و راوی حدیث است و در فقہ بے نظیر بودہ"

خلیل بن احمد کا تذکرہ سمعانی کی الانساب میں لفظ السجزی کے تحت موجود ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ "قاضی ابوسعید خلیل بن احمد بن محمد بن الخلیل بن موسیٰ بن عبداللہ بن عاصم السجزی بلند پایہ فاضل تھے، انہوں نے عراق، خراسان، شام اور حجاز کا سفر کیا اور بلند مرتبہ ائمہ سے ملاقات کی، ان سے احادیث کی روایت کی گئی، صاحبِ تصانیف تھے، ماوراء النہر کے مختلف مقامات میں قاضی اور دیوان المظالم کے عہدہ پر فائز رہے۔ ان سے ابوعبداللہ الحاکم اور ابوعبداللہ الغنجار وغیرہ نے روایت کی۔ ان کی پیدائش ۲۳ محرم ۲۹۱ھ میں سجستان میں ہوئی تھی۔ اواخر جمادی الآخری ۳۷۶ھ فرغانہ میں

وفات پائی[۲۱]۔ الجواہر المضیئۃ کا بیان ہے کہ ۳۶۸ھ میں سمرقند میں وفات ہوئی[۲۲]۔ نسخہ برٹش میوزیم میں ان کے نام کے ساتھ "جہد العلماء" کا لفظ ملتا ہے، جو ہمارے خیال میں "جہبذ العلماء" ہے۔ الجواہر المضیئۃ میں "السجزی" مصحف ہو کر "الشجری" بن گیا ہے۔

ابوجعفر محمد بن علی جو تمام نسخوں میں بلخی قرار دیئے گئے ہیں، ہمارے خیال میں ان کے والد کا نام تغیر و تبدل سے محفوظ نہیں رہا۔ بظاہر ابوجعفر محمد بن عبداللہ بن محمد الفقیہ البلخی الہندوانی مراد ہیں۔ جن کی وفات بخارا میں ذوالحجہ ۳۶۲ھ میں ہوئی[۲۳]۔ مخطوطۂ کلکتہ و برٹش میوزیم کے یہ الفاظ ہیں "و از بلخ چون ابوجعفر محمد بن علی عن باب الہند" نسخہ سلطنتی ایران میں بھی یہی الفاظ ہیں لیکن آقائے بہار نے کسی غلط فہمی کی بنا پر عن باب الہند سے پہلے ایک واؤ توسین مربعین میں بڑھا کر اس کا تعلق الحسن بن علی مندوسی سے جوڑ دیا ہے۔ قرآئن سے واضح ہوتا ہے کہ باب الہند سے مراد "باب ہندوان" ہے جو بقول سمعانی بلخ کا ایک مشہور محلہ تھا[۲۴]۔ اس کی طرف نسبت کی وجہ سے ابوجعفر الہندوانی کہا گیا۔ سمعانی کے الفاظ ہیں:۔ "وانما قیل لہ الہندوانی لانہ من محلۃ ببلخ یقال لہا باب ہندوان ینزل فیہا الغلمان والجواری التی تجلب من الہند اخبرت بہا غیر مرۃ"[۲۵]۔ کفوی نے اس بیان کے علاوہ ابوالمحامد محمود کا یہ فقرہ بھی نقل کیا ہے :۔ "الہندوان بکسر الہاء حصار ببلخ وہذہ النسبۃ الیہ"۔

بہرحال ہمارا خیال ہے کہ ابوجعفر محمد بن علی اور ابوجعفر محمد بن عبداللہ دونوں ایک ہیں۔

بقیہ افراد (شمارہ: ۲، ۶، ۷) جن کے بارے میں ہمارے پاس تعارف کا کوئی خاص ذریعہ سردست موجود نہیں، قرائن بتاتے ہیں کہ حنفی فقہاء تھے اور حکومت کی نظروں میں ان کا خاص وقار تھا۔ دیباچہ میں ان مشاہیر علماء کے نام کی صراحت سے ظاہر ہے کہ ترجمہ تفسیر کا کارنامہ انہی لوگوں کی نگرانی میں انجام کو پہنچا تھا۔

ترجمۂ تفسیر کی تاریخ | ایرانی محققین نے جیسا کہ مذکور ہو چکا ہے ترجمۂ تفسیر کی تاریخ سے کوئی نتیجہ خیز بحث نہیں کی ہے۔ تعجب ہوتا ہے کہ آقائے بہار نے بھی فارسی دیباچہ کا طویل اقتباس درج کرنے کے باوجود اس طرف توجہ نہیں فرمائی، بلکہ اس کے آخری فقرے کو حذف کر دیا اور اس کی اہمیت محسوس نہیں کی۔ مذکورہ بالا سرگذشت میں ۳۴۵ھ کی صراحت ہمارے خیال میں اہم اور زمانۂ ترجمہ کے تعین میں بہت کارآمد ہے۔ اصل فقرہ مع سیاق و سباق نقل کیا جاتا ہے[۲۶]:۔ "...... و این را بیست مصحف

گردانیدند، وازیں جملہ چہاردہ مصحف نہادند تفسیر قرآن از اوّل کون عالم تا آں وقت کی پیغامبر ما از جہان بیرون شد و وحی از آسمان گسستہ شد تا آں وقت چہاردہ مصحف فرو نہادہ اند ہر یکے[27] - یک تا جملہ تفسیر قرآن باشد - پس وفاۃ پیغامبر علیہ السلام تا ایں وقت کہ محمد بن جریر الطبری ازیں جہاں بیرون شد - اندر سال سیصد و چہل و پنج بود از ہجرت - پس شش مصحف دیگر فرو نہادیم تا ایں ہمہ بیست مصحف تمام شد۔"

بیاض اور قدیم طرزِ تعبیر کی وجہ سے عبارت کسی قدر پیچیدہ ہو گئی ہے - لیکن اس سے اصل مدعا کے ثبوت میں کوئی دشواری نہیں ہوتی - "سال سیصد و چہل و پنج" کے الفاظ سے "ایں وقت" کی وضاحت ہوتی ہے اور ہم اس نتیجہ تک پہنچنے میں حق بجانب ہوں گے کہ منصور بن نوح سامانی کا شغف فارسی تراجم سے یکایک تخت نشینی کے بعد ہی پیدا نہیں ہوا - بلکہ دورِ شاہزادگی میں مطالعہ کتب اور علمی مشاغل میں دلچسپی لینے کا اس کو زیادہ موقع تھا - اسی دور میں اس نے فارسی ترجمہ تفسیر کی طرف توجہ مبذول کی اور اس عظیم الشان کارنامہ کا اہتمام کیا - اگر اس ترجمہ کا اہتمام منصور کی تخت نشینی کے بعد کا واقعہ ہے تو سمجھ میں نہیں آتا کہ ۳۴۵ھ ہجری کے واقعات پر اکتفا کرنے کی کیا وجہ ہوئی -

ترجمہ تفسیر کا درجہ بلحاظ قدامت مذکورہ بالا صراحت کے نتیجہ میں ترجمہ تفسیر طبری کو نہ صرف ترجمۂ تاریخ پر بلکہ مقدمہ شاہنامہ ابو منصوری پر بھی تقدم زمانی حاصل ہے[28] - یہ مقدمہ محققین کے حلقہ میں ۳۴۶ھ ہجری کا نوشتہ سمجھا جاتا ہے[29] - ادھر تھوڑے عرصہ میں بعض ایرانی فضلاء نے اس سے قدیم تر کتابوں کا سراغ بہم پہنچانے میں کامیابی حاصل کی ہے - آقائے عبدالحی حبیبی، کشف المحجوب کو نثر فارسی کا قدیم ترین[30] نمونہ قرار دیتے ہیں - ان کے دعوٰی کی بنیاد اس بات پر ہے کہ اس کا مؤلف ابو یعقوب سگزی ۳۳۱ھ میں قتل کیا گیا، لیکن اسماعیلی لٹریچر کے مشہور محقق ادینوف کی مدلل تصریحات[31] سے ثابت ہوتا ہے کہ ابو یعقوب سگزی ۳۶۰ھ ہجری تک یقینی طور پر زندہ رہا - لہٰذا کشف المحجوب کو قدیم ترین کتاب قرار دینا درست نہیں ہو سکتا - چنانچہ ڈاکٹر مہدی بیانی نے موجودہ تالیفات فارسی میں ابو القاسم اسحٰق سمرقندی کے ایک فقہی و اعتقادی رسالہ کو قدیم ترین قرار دیا ہے[32] - یہ رسالہ ڈاکٹر بیانی کو خواجہ محمد پارسا کی ایک تالیف کے ضمن میں بطور انتخاب ملا - چونکہ ابو القاسم سمرقندی کا انتقال ۳۴۲ھ ہجری میں ہوا - لہٰذا اس رسالہ کو قدیم ترین فارسی کتاب ہونے کا تقدم حاصل ہے اور ترجمہ تفسیر طبری کا درجہ اس کے بعد کا قرار پاتا ہے - مقدمہ شاہنامہ ابو منصوری [illegible]

ا بیان سے اتفاق نہیں کہ "ترجمہ تاریخ طبری پس از رسالہ در فقہ حنفی تصنیف حکیم ابوالقاسم بن محمد
دی (متوفی در ۳۴۲ھ) - مقدمہ شاہنامہ ابومنصوری، قدیم ترین سند موجود نثر فارسی است۔ ۲۳

مترجمین کا طریق کار | تفسیر کے ترجمہ میں عوام کے ذوق مطالعہ کو مدنظر رکھا گیا ہے اور دقیق علمی
ث روایتی اسانید اور تمام ایسے مواد جن کی اہمیت خواص کے نقطۂ نظر سے ہوتی ہے حذف کر دیئے گئے
یہی وجہ ہے کہ اعراب وغریب کی تحقیق و توجیہہ قراءات و اختلاف مصاحف کی تفصیل فقہی احکام و
دات کی تشریح اصل تفسیر میں جس بسط و تفصیل کے ساتھ ملتی ہے، ترجمہ سے یک قلم خارج کر دی گئی ہے۔
انبیاء، سابقین، اقوام قدیمہ، پھر عہد رسالت اور بعد کے تاریخی واقعات پر زور ڈالا گیا ہے۔

نسخۂ کلکتہ کے پیش نظر یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مترجمین نے اپنا یہ طریقہ رکھا تھا کہ قرآن پاک کی آیتیں مناسب مقدار
یکجا نقل کر دیں اور بین سطور میں تحت اللفظی ترجمہ ثبت کرتے جائیں۔ پھر روایتی قصص تاریخی واقعات
مقل سرخیوں کے تحت درج کئے جائیں۔

تاریخی و ادبی اہمیت | تفسیر کے فنی رموز و متعلقات سے قطع نظر اس ترجمہ کی اہمیت شک و شبہ سے
ہے، اس لئے کہ اس کارنامہ کو چوتھی صدی ہجری کے منتخب علماء نے بڑے اہتمام سے انجام دیا تھا۔ فارسی
یات کی تاریخ میں یہ ترجمہ قدیم ترین نسخۂ تفسیر ہے، اور اس کے ذریعہ قدیم ترین ترجمۂ قرآن ہماری
ت رس میں ہے، علاوہ ازیں قدیم فارسی کے اسالیب نگارش کا اس سے اندازہ ہوتا ہے۔

قدامت سبک و اسلوب کے اعتبار سے ترجمۂ تفسیر کی چند خصوصیات جو سرسری مطالعہ میں نظر آئیں
ں ان کی نشان دہی کر دینا ضروری ہے، عہد سامانی کی باقی ماندہ نگارشات میں بھی یہی خصوصیات پائی
ی ہیں۔

۱ - جملے چھوٹے چھوٹے، سادہ اور رواں ہیں، ان میں کسی قسم کی پیچیدگی نہیں۔

۱ - ذال فارسی کا عام استعمال ہے، نیز مندرجہ ذیل حروف کی کتابت قدیم رسم الخط کے مطابق ہے:

ب = پ، ج = چ، ک = گ، انج = انچہ، انک = انکہ، کی = کہ، کباشد = کہ باشد، کخدائی = کہ خدای، بدانک = بدانکہ۔

۲ - علامت نہی (مہ) کی جداگانہ کتابت مثلاً مہ خورید = مخورید، مہ پندار = مپندار۔

- افعال کا استعمال فرا، فرو، ہمی وغیرہ کے ساتھ۔

۵ - عربی الفاظ کی جمع بصیغۂ فارسی مثلاً خلیفتان، مومنان، کافران۔

۶ - علامت مفعول (را) کا حذف کر دینا۔

۷ - مجہول صیغوں کا بصیغۂ معروف ترجمہ کرنا۔

۸ - بعض قدیم الفاظ کا استعمال۔

سبک فارسی کے مشہور محقق آقائے بہار نے اس ترجمہ کی لسانی خصوصیات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھا ہے: "مختصات ایں کتاب قریب بترجمہ تاریخ است جز آنکہ رنگ ترجمہ از وے آشکار تراست تا در تاریخ و ناگزیر لغات قرآنی در وے زیادتر است و گاہے لغات فارسی غریب کہ در ترجمہ کلمات قرآنی بدان نیازمند بودہ اند، نیز آوردہ اند"۔ اقتباسات ذیل نشاندادہ خصائص کی وضاحت کے لئے کافی ہوں گے۔

ایک آیت کی تفسیر | سورۃ المائدہ کی ایک آیت رقم ۵۴ کی تفسیر ملاحظہ فرمائیں:

(آیت کریمہ :- انما ولیکم اللہ و رسولہ والذین آمنوا الذین یقیمون الصلوٰۃ و یوتون الزکوٰۃ وہم راکعون ٥)

(نسخہ کلکتہ برگ ۲۰۱) "خلافت علی بن ابی طالب[۳۴]: اما ن ایں آیت کی خدای گفت عز و جل، انما ولیکم اللہ و رسولہ الی آخر الایہ، در شان علی بن ابی طالب آمدہ است۔ و سبب این بود کہ پیغامبر زندہ بود، روزی علی بمزکت[۳۵] اندر نماز ہمی کرد۔ سائلی اندر آمد، و چیزے خواست چون برکوع اندر شد انگشتری برون کرد، و بسایل داد۔ پس خلیفتی امیر نص گشت ولکن از بس عثمان۔ پس اگر گویند کہ این ہردو آیہ[۳۶] از یک سورہ بوذ، و یک جائے بایستی کہ ہردو خلیفت بوذندی بکوئی کی اندر حکمت (برگ ۲۰۲) ایں روانہ باشد، از بہر آنکہ ہریکی را رائی و تدبیری دیگر باشد، آنکہ کارہا مختل ماندی، و آیت بوبکر پیش آمد۔ واگر گویند چرا عثمان و عمر از پیش بنشستند، و انکہ علی بنشست جواب دہ از بہر انک چون پیغامبر از دنیا رفت، خلق با ابوبکر بیعت کردند، و مردمان از روز کار او عدل و انصاف بدیدار آمد۔ و ہمہ بر سیرت پیغامبر برفت، و ہرچہ از بوبکر موجود آمد از کار خراجہا و احکام دین و کار خلق و تدبیر، ہمہ صواب بوذ۔ و رج او کرد بدان مانست کی وحی اسمانست۔ و خلق بدیدار آمد کہ او عالم تراست و زاہدتر، و شجاع تر، و سدید رای ترست، و دشمن اسلام بوذ کارہ او مقہور شدند۔ پس خلق کردن نہادند، و آنجا بوذ کہ علی گفت۔ بوبکر مردی بوذ کہ خدای او را صدیق خواند، و در زمان پیغامبر خلیفت نماز بوذ، و ایں خبر بوعلی سلامی

اندر کتاب تاریخ آورده است، باسنادی درست از ضحاک مزاحم[۳۸] از علی کرم اللہ وجہہ۔ پس چون سیرت بوبکر چون سیرت پیغامبر بوذ، و این حالہا از موجود امدہ، بوقت مرگ عمر را خلیفت کرد، مردمان دانستند کان ہم از (برگ ۲۰۲ ب) را یہا سدیداوست، عمر را اندر پذیر فتند و او را کردن نہاذند. و مخالف نشدند۔ و عبد اللہ بن مسعود گوید، و عثمان نیز گوید کہ استاذ ترین اندر فراست سہ تن بوذند۔ یکی عزیز مصر در کار و بیع یوسف، و دیگر دختر شعیب کہ پدر را گفت با پدر موسیٰ بمزد گیر کہ امین است و زورمند، سوم بوبکر بوذ کہ بذان ہنگام عمر را خلیفت کرد بر خلق۔ و تا جہان باشد روز کار عمر تاریخ گشتہ است برنیکوترین صورتی و سیرتی، پس چون عمر را دشتہ زدن (؟ زدند) و حال بر و بگر دید. گفتند خلیفتی را نصب کن۔ گفت نصب نکنی (نکنم) میان شش تن مشورت کنید، میان عثمان و علی و طلحہ و زبیر و عبد الرحمٰن بن عوف و سعد بن ابی وقاص۔ پس چون عمر از دنیا برفت میان ایشان مشورت کردند. اتفاق بر عثمان افتاد۔ پس مردمان ہمچنانک عمر را بیعت کردہ بوذند بر عثمان بیعت کردند۔ از بہر انک عثمان بزرگ بوذ. و از شریفان بوذ و سخی بوذ و زاہد بوذ۔ پس مردمان او را اندر پذیر فتند و کردن نہاذند۔ پس چون عثمان اندر گذشت و کار بعلی رسید علی بنشست و خلیفتی حق او را بوذ۔ پس اگر گویند چون است کہ اندرین آیت نہ نام (برگ ۲۰۳) بوبکر است و نہ نام علی، و نیز آیتہا ست و حروفہای آن بر جمع نہ بر واحد۔ بگوی کاندر قرآن این را مانند بسیار است کہ خدای بلفظ جمع یاد کردہ است و مراد از آن واحد است۔ و چیزی بوحدان یاد کردہ است و مراد از آن جمع است، و بلغت عرب و اشعار متقدمان بسیار روذ۔ چنانک حق تعالیٰ گفت: "ولقد خلقنا الانسان من سلالۃ من طین ثم جعلناہ نطفۃ فی قرار مکین" گفت من مردم را بیافریدم از گل پس کردم او را نطفہ اندر جاگاہی قرار گرفتہ۔ و مثل این بسیار است در قرآن"

مندرجہ بالا اقتباس کا طبری کی اصل تفسیر[۳۹] سے مقابلہ کیجئے۔ طبری نے شانِ نزول کے سلسلہ میں بنیادی طور پہ دو روایتیں نقل کی ہیں۔ مترجمین نے ان میں سے صرف ایک کا انتخاب کیا اور دوسری روایت کو درخورِ اعتنا نہیں سمجھا۔ منتخب روایت پر جملہ تفریعات اضافی ہیں ان سے اصل تفسیر کو کوئی تعلق نہیں مترجمین کا یہ فقرہ ۔" پس خلیفتی امیر نص گشت و لکن از پس عثمان" دو متضاد نظریوں کا دلچسپ آمیزہ ہے جس پر مفصل[۴۰] تبصرہ کرنے کا یہ موقع نہیں، البتہ اس بات کی طرف اشارہ کر دینا ضروری ہے کہ یہاں مترجمین نے جو نہج اختیار کیا ہے اس سے ملتا جلتا نہج اسی دور کے ایک معروف فقیہ و مفسر ابو بکر احمد

بن علی الرازی الجصاص (م ۳۷۰ھ) کا رہا ہے۔ [۴۱]

منتخبات | جیسا کہ مذکور ہو چکا ہے مترجمین نے ترجمۂ تفسیر کے علاوہ قرآن پاک کا تحت اللفظ ترجمہ بھی کیا تھا غالباً اس سے قدیم تر ترجمۂ قرآن اب موجود نہیں اس ترجمہ کے منتخب فقرے درج ذیل ہیں:

۱۔ لا یؤاخذکم اللہ باللغو فی ایمانکم ولکن یؤاخذکم بما کسبت قلوبکم ط	نگیرد شمارا خدای بفضول اندر سوگندان شما ولکن بگیرد شمارا بدانچ بعمدا[۴۲] ہمی دارید سوگندان شما (برگ ۷۵)
۲۔ ولا تہنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مومنین۔	ومہ سست شوید ومہ تیمار دارید، وشما برتران اید، اگر ہستید مومنان۔ (برگ ۱۳۲/ب)
۳۔ ولا تتبدلوا الخبیث بالطیب ولا تاکلوا اموالہم الی اموالکم۔	ومہ بدل کنید پلید را بہ پاک، ومہ خورید خواستہاشان با خواستہا شما۔ (برگ ۱۴۸)
۴۔ والمحصنٰت من النساء الا ما ملکت ایمانکم کتاب اللہ علیکم ج۔	و پاکیزگان از زنان مگر انچ باز شما باشد دستہای شما نبشتہ خدای۔ (برگ ۱۵/ب)
۵۔ وآتوہن اجورہن بالمعروف محصنٰت غیر مسافحات ولا متخذات اخدان	و بدہید ایشانرا کاوینہا شان بنیکوئی پاکیزگان باشند نکنند کار بلا بہ و نہ گیرندگان دوستان (برگ ۱۵۲)
۶۔ یا ایہا الذین آمنوا لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل۔	یا شما گرونید مہ خورید خواستہا شما میان شما بناحق۔ (برگ ۱۵۲/ب)
۷۔ ولا یظلمون نقیرا۔	ونہ ستم کند شان بنقطۂ خرما سفالی (برگ ۱۶۶)
۸۔ وما یتلی علیکم۔	وانچ خوانند بر شما (برگ ۱۶۶/ب)
۹۔ لقد وصینا الذین اوتوا الکتاب من قبلکم۔	وصیت انکسہارا کہ بدادند کتاب از پیش شما۔ (برگ ۱۶۷)
۱۰۔ الذین یتخذون الکافرین اولیاء من دون المومنین۔	انکسہا کہ ہمی گیرند کافران دوستان از فرود گرویدگان (برگ ۱۶۸)
۱۱۔ لا تتخذوا الکافرین اولیاء من دون المومنین۔	مگیرید کافرانرا دوستان از بیرون گرویدگان (۱۶۸/ب)

۱۰- لن یستنکف المسیح ان یکون عبد الله ولا الملائکة المقربون ۔	ننگ ندارد عیسی کہ باشد بندہ خدای و نہ فریشتگان نزدیکان ۔ (۱۷۳)
۱۱ ۔ فاما الذین اٰمنوا بالله واعتصموا بہ فسیدخلہم فی رحمة منہ وفضل ۔	اما انکسہا کہ بگرویذند بخدای، ودست اندر زدند بذو، اندر آرذ ایشانرا اندر بخشایشی ازو وفضلی (برگ ۱۷۲ ب)
۱۲ ۔ ......ان صدوکم عن المسجد الحرام ۔	کہ بازداشتند شمارا از مزگت حرام (برگ ۱۸۴)
۱۵ ۔ ......وان تستقسموا بالازلام ۔	وان نیز کہ عہد بندید بگروکان[۴۳] (برگ ۱۸۴/ب)
۱۶ ۔ وطعام الذین اوتوا الکتٰب حل لکم ۔	وطعام انکسہا کہ بداذند کتاب حلال باشد شمارا ۔ (برگ ۱۸۵)
۱۷ ۔ فاغسلوا وجوہکم وایدیکم الی المرافق ۔	بشوہیذ[۴۴] رویہا خویش ودستہا خویش تا دارن[۴۵] ۔ (برگ ۱۸۵/ب)
۱۸ ۔ حتی یلج الجمل فی سم الخیاط ۔	تا اندر رو ذ اشتر اندر سوراخ درزن[۴۶] (برگ ۲۳۹)
۱۹ ۔ ویبغونہا عوجا ۔	وبجوینذ کژی (برگ ۲۳۹/ب)
۲۰ ۔ والذی خبث لا یخرج الا نکدا ۔	وانک شوریدہ باشد بیرون نیارذ مگر دشخواری[۴۷] ۔ (برگ ۲۴۱)
۲۱ ۔ اذ جعلکم خلفاء ۔	کی کردتان خلیفتان (برگ ۲۴۶/ب)
۲۲ ۔ وانقلبوا صاغرین ۔	وبازگشتند تشویرزدہ ۔ (برگ ۲۴۵)
۲۳ ۔ ان ہذا لمکر مکرتموہ ۔	کی این سگالشی است کہ سگالیدید ۔ (برگ ۲۴۵/ب)
۲۴ ۔ افرغ علینا ۔	فروفرست برما ۔ (برگ ۲۴۵/ب)
۲۵ ۔ استعینوا باللہ ۔	نیرو خواہیذ از خدای ۔ (برگ ۲۴۶)
۲۶ ۔ فمثلہ کمثل الکلب ان تحمل علیہ یلہث او تترکہ یلہث ۔	داستان وی ہمچون داستان سگ است اگر چیزی برسے نہی زبان فرو ہلذ واگر بگذاری او را زبان فرو ہلذ (برگ ۲۵)
۲۷ ۔ واستفزز من استطعت منہم بصوتک ۔	وبلغزان[۴۸] انرا کی توانی از ایشان ببانگ (۳۸۳/ب)
۲۸ ۔ کبرت کلمة تخرج من افواہہم ۔	بزرگا سخنے بیرون ہمی آیذ از دہان ایشان (برگ ۳۸۹/ب)
۲۹ ۔ وان یستغیثوا یغاثوا بماء کالمہل	واگر فریاذ خواہند فریاذ رسند ایشان را بآبی چون دردی

یشوی الوجوہ ۔	گداختہ بریان کنند رویہا ۔ (برگ ۳۹۲)
۳۰ ۔ اولئک لہم جنات عدن تجری من	ایشانند کہ ایشانرا بوستانہای میاملینش (؟) ہمی رود از
تحتہم الانہار یحلون فیہا من اساور	زیر ایشان جویہا ۔ پیرایہ کنند شان اندر آنجا دستورنجنہا[11]
من ذہب ویلبسون ثیابا خضرا من	از زرو بپوشند جامہای سبز از دیبای تنک و
سندس و استبرق متکئین فیہا علی	دیبای سطبر تکیہ زدگان اندر آنجا بر تختہا ۔
الارائک ۔	(برگ ۳۹۲)

حواشی وحوالہ جات

۱ ۔ حالات کے لئے دیکھئے: تاریخ بغداد (۲/۱۶۲/۱۶۹) الفہرست لابن الندیم (۲۲۴-۲۲۵)، الانساب للسمعانی (برگ ۳۶۷)، المنتظم، لابن الجوزی (۳۱۰ھ)، ابن خلکان (۱/۴۵۶)، ارشاد الاریب للیاقوت (۱۸/ص ۴۰-۹۴)، انباہ الرواۃ للقفطی (۳/۸۹-۹۰)، ذہبی: تذکرۃ الحفاظ (۲/۲۵۱)، تہذیب الاسماء واللغات (۱/۷۸-۷۹)، طبقات الشافعیۃ (۲/۱۳۵-۱۴۰) و دیگر کتب رجال و طبقات ۔

۲ ۔ بلعمی کی تاریخ وفات کے لئے دیکھئے (ترکستان ۔ ص ۱۰ حاشیہ ۱) ، سبک شناسی (ج ۱ ص ۲۲۴-۲۲۵) ۳۵۶ ہجری ۔ طباعت کی غلطی ہے، لاہور ۱۹۵۵ م ۔

۳ ۔ دیکھئے سبک شناسی (ج ۲ ص ۸)، ترجمہ تاریخ طبری (قسمت مربوط بایران) مقدمہ (ص ۲۴)

۴ ۔ ارمغان علمی: مقالہ حبیبی ۔ ص ۵۱-۶۴، مقالہ بیانی ۔ ص ۲۲۲-۲۳۰) ۔

۵ ۔ تاریخ ادبیات ایران ۔ ص ۵۳ ۔

۶ ۔ جنرل رائل ایشیاٹک سوسائٹی: JRAS, 1894, PP, 417-524,

۷ ۔ ای، جی براؤن: E G BROWN: A CATALOGUE OF THE PERSIAN MANUSCRIPTS IN THE LIBRARY OF THE UNIVERSITY OF CAMBRIDGE, P,P, 13-37.

۸ ۔ ای، بلوشے: E. BLOCHET: CATALOGUE DES MANUSCRIPTS PERSANS: DE LA BIBLIOTHEQUE NATIONALE, VOL I No 25, PARIS, 1905

۹ ۔ مقدمہ مرزبان نامہ ۔ سلسلۂ مطبوعات نگارستان ص ۱۵-۱۶ ۔

۱۰۔ کیورٹن۔ریو: CURETON-RIEU:- CATALOGUES CODICUM MANUS-
-CRIPTORUM ORIENTALIUM QUI IN MUSEO BRITANNICO,
PARS II CODICES MUHAMMEDANI, P.P ... LONDON, 1838.

۱۱۔ سی۔ریو: C, RIEU CATALOGUE OF THE PERSIAN MANUSCRI-
-PTS IN THE BRITISH MUSEUM, V... I, 8-9, LONDON, 1897

۱۲۔ این۔احمد: N. AHMAD: NOTES ON IMPORTANT ARABIC
AND PERSIAN MSS.... NO: 11 (JRASB 1917),

۱۳۔ڈبلیو۔ادینوف: W. IVANOW CONCISE DESCRIPTIVE CATALO-
-GUE OF THE PERSIAN MANUSCRIPTS IN THE COLLE-
-CTION OF THE ASIATIC SOCIETY OF BENGAL,
CALCUTTA, 1924-

(ڈاکٹر صفا نے کتب خانۂ آستانہ قدس رضوی کے ایک نسخہ کا ذکر کیا ہے اس کی تفصیل پیش کرنے سے ہیں فی الحال قاصر ہا۔اسی طرح اسٹوری نے ترکی ترجمہ کا ذکر کیا ہے)۔

۱۴۔ نسخہ کلکتہ۔رقم ۹۵۵ (فارسی)۔برگ ۳-۴/ب۔فہرست برٹش میوزیم عربی ص ۲۷۱-۲۷۰، سبک شناسی (ج ۲ ص ۱۵-۱۶)، مقدمہ مرزبان نامہ" ... (تذکارجب) دکتر ذبیح اللہ صفا: تاریخ ادبیات در ایران۔(ج ۱/۶۱۹-۶۲۰-۱۳۳۸ھ)

۱۵۔ سمعانی: الانساب۔ورق ۴۲۹/ب۔

۱۶۔ الجواہر المضیئہ۔ج ۲ ص ۱۰۷-۱۰۸۔

۱۷۔ الکفوی: اعلام الاخیار من فقہاء مذہب النعمان المختار (مخطوطہ۔ورق ۱۳۲/ب نسخہ بوہار شمارہ: ۲۵۵ (عربی) نیشنل لائبریری کلکتہ)۔

۱۸۔ تعلیم المتعلم مطبوعہ مصر ۱۹۴۸ء۔محمد بن الفضل کا ذکر صرف ایک مرتبہ آیا ہے کسی نسبت کے بغیر (ص ۵۱)۔

۱۹۔ تاریخ سیستان۔ص ۲۰ (حاشیہ ۱)   ۲۰۔ کذا، صحیح: ابو صالح (منصور) بن نوح۔

۲۱۔ سمعانی، الانساب: ۲۹۱۶۔   ۲۲۔ الجواہر المضیئۃ۔ج ۱ ص ۲۳۴ رقم ۵۹۳۔

۲۳۔ الانساب: ۲۶ ۵۹، الجواہر المضیئۃ ۲/ ۶۸ رقم ۲۱۱۔ ۲۴۔ الانساب: ۲۶ ۵۹۔

۲۵۔ اعلام الاخیار۔ مخطوط ورق ۱۲/ ب رقم ۲۵۵ ذخیرہ بوہار۔

۲۶۔ ترجمہ تفسیر طبری۔ مخطوطہ کلکتہ۔ ورق ۴۔ ۴/ ب (رقم ۹۵۵ ف)۔ (۲۷)۔ بیاض فی الاصل۔

۲۸۔ ڈکٹر ذبیح اللہ صفا نے عام روش کے بموجب ترجمہ تفسیر کو ترجمہ تاریخ کا مقارن بتایا ہے۔
(دیکھئے: تاریخ ادبیات در ایران۔ ج ا ص ۶۱۹)۔

۲۹۔ اس مقدمہ کو علامہ محمد بن عبدالوہاب قزوینی نے شائع کیا۔ [دیکھئے بیست مقالہ (ج ۲/ ۲۴)؛
سبک شناسی (ج ا ص ۲۲۴)؛ تاریخ ادبیات در ایران (ج ا ص ۶۱۲ تا ۶۱۵]

۳۰۔ حبیبی: قدیم ترین نسخ زبان فارسی (مشمولۂ ارمغان علمی۔ لاہور ۱۹۵۵ء ص ۵۱ - ۶۴)۔

۳۱۔ ادیونوف: IVANOW:- STUDIES IN EARLY PERSIAN
ISMAILISM, 119 (1), 163.

۳۲۔ قدیم ترین نمونۂ نثر فارسی موجود (مشمولۂ ارمغان علمی۔ ص ۲۲۲ - ۲۳۰)۔

۳۳۔ ترجمۂ تاریخ طبری (قسمت مربوط با یران) مقدمہ: ص ۲۴ - ۲۵۔ تہران ۱۹۵۹ء۔

۳۴۔ اصل مخطوطہ کی تمام ترخطی خصوصیات نقل میں ملحوظ رہی ہیں۔

۳۵۔ مزگت۔ مزگت بفتح اول وکسر کاف فارسی مسجد۔

۳۶۔ دوسری آیت زیر بحث آیت سے پہلے ہے (المائدہ آیت رقم ۵۲: یا ایہا الذین آمنوا
من یرتد منکم عن دینہ فسوف یاتی اللہ بقوم یحبھم و یحبونہ۔ الایہ۔ اس آیت
کی شان نزول کے سلسلہ میں ایک روایت یہ ہے کہ "فسوف یاتی اللہ بقوم یحبھم ویحبونہ"
سے مراد حضرت ابوبکر صدیق اور ان کی جماعت ہے۔ آیت کی تفسیر میں مترجمین نے حضرت ابوبکر
کی خلافت سے مستقل عنوان کے تحت بحث کی ہے اور اس آیت کو ان کی خلافت کے سلسلہ
میں نص کا مرتبہ دیا ہے۔

۳۷۔ چوتھی صدی کا ایک مؤرخ ابوالحسین علی بن احمد سلامی گذرا ہے جس کی کتاب اخبار ولاۃ خراسان
کی تلخیص کی نشاندہی سخاوی نے الاعلان بالتوبیخ میں کی ہے (ص ۲۹-۱۲۶)، ابن خلکان کے
یہاں اس کے اقتباسات یا حوالجات ملتے ہیں، کتاب کا نام کبھی "تاریخ ولاۃ خراسان" کبھی کتاب

اخبار ولاۃ خراسان" اور ایک موقع پر صرف " اخبار خراسان" آتا ہے۔ اس کی دوسری کتاب "نتف الطرف" یا " النتف والطرف" بھی ہے۔ سلامی کا حوالہ البیرونی کی کتاب الآثار الباقیہ میں بھی آتا ہے اور اس کے ایک مخطوطہ سے کتاب کا نام کتاب التاریخ معلوم ہوتا ہے۔ (الآثار الباقیہ ص ۲۲۲ لیبزج ۱۸۷۸ء)، بارتھولڈ نے اس مؤرخ کا صحیح نام ابوعلی حسین بن احمد السلامی بتایا ہے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ کریں: (بارتھولڈ۔ ترکستان مقدمہ ص ۱۰ اگب میموریل سیریز (جدید))

(FRANZ ROSENTHAL: A HISTORY OF MUSLIM HISTORIOGRAPHY, P. 252 (5), 1952.) پر موقع عبارت قدیم ترین سند ہے جس میں ابوعلی سلامی اور اس کی تالیف کتاب تاریخ کا حوالہ آیا ہے۔ سلامی کا حوالہ حمزہ بن یوسف سہمی کی تاریخ جرجان میں بھی آتا ہے (تاریخ جرجان۔ ص ۴۱۹ دکن ۱۹۵۰ء)، روایت کا تعلق اخبار خراسان سے ہے۔

۳۔ حالات اور روایتی حیثیت کے لئے ملاحظہ کریں: میزان الاعتدال ج ۱ ص ۴۷۱ رقم ۳۸۸۴ طبع مصر مفتاح السعادۃ ج ۱ ص ۴۰۴ طبع دکن، الاتقان ج ۲ ص ۲۲۲ مصر ۱۹۴۱ء۔ ضحاک کی وفات ۱۰۵ یا ۱۰۶ ہجری میں ہوئی۔

۳، جامع البیان۔ ج ۶ ص ۱۶۵ المیمنیہ مصر

۴۔ زیر بحث شانِ نزول کے سلسلہ میں مفسرین کے مختلف رجحانات کے لئے دیکھئے: اسباب النزول للواحدی (ص ۱۴۹ - ۱۴۸ مصر ۱۳۱۵ھ)، مفاتیح الغیب للرازی (ج ۳ ص ۴۲۴ مصر ۱۳۰۸ھ)، نظام القرآن نیشاپوری (ہامش تفسیر الطبری ج ۶ ص ۱۴۶)، تفسیر القرآن العظیم لابن کثیر (ج ۲ ص ۷۱ مصر ۱۹۳۷ء)، فتح القدیر للشوکانی (ج ۲ ص ۵۰ مصر ۱۳۵۰ھ)، ابن تیمیہ نے اس روایت کو خبر موضوع کہا ہے (المنتقی من منہاج الاعتدال فی نقض کلام اہل الرفض و الاعتزال۔ ص ۶۶ مصر ۱۳۷۴ھ)، الکاف الشاف فی تخریج احادیث الکشاف لابن حجر (ص ۵۶۔ اواخر کشاف جزء رابع مصر ۱۳۵۴ھ)، التفسیر المظہری (ج ۳ ص ۱۴۱ - ۱۴۰ ندوۃ المصنفین دہلی)، تفسیر المنار (ج ۶ ص ۴۴۳ - ۴۴۲)۔

۴۔ الجصاص، احکام القرآن (ج ۲ ص ۵۴۲ - ۵۴۱ مصر ۱۳۴۷ھ) (باقی ص ۱۶۹ پر)